اِنَّ مِنَ الشِّعرِ لحکمۃً و اِنَّ مِنَ البیانِ لَسحرًا

ذوقِ فصاحت

المعروف

کلامِ قیصر (حصہ اول)

تصنیف لطیف

شاعر نازک خیال جناب حکیم منشی اعجاز احمد صاحب قیصر مراد آبادی
تلمیذ حضرت حسنؔ مرحوم و مغفور بریلوی

الخیر ریسرچ فورم، لاہور

اِنَّ مِنَ الشِّعْرِلحکمۃٌ واِنَّ مِنَ الْبیَانِ لَسِحْرًا

(حصہ اول)

از تصنیف لطیف شاعر نازکخیال جناب حکیم منشی اعجاز احمد صاحب قیصر مراد آبادی
تلمیذ حضرت حسنؔ مرحوم و مغفور بریلوی

جس کو

حسب فرمایش جناب منشی عبد الحفیظ صاحب وکیل و جناب بابو لچھمی نراین صاحب و جناب منشی محمد احسن صاحب سب اورسیر مراد آبادی خاکسار فیاض علی خان (آبروؔ) بریلوی نے خاص اپنے اہتمام سے

مطبع نادری بریلی میں سید نثار علی پرنٹر و پبلشر
چھپوا کر شائع کیا۔

از کاوش
محمد ثاقب رضا قادری (ایڈووکیٹ)
الخیر ریسرچ فورم، لاہور

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
1	پیش لفظ	5
2	وہ اگر بے حجاب ہو جاتا	6
3	اگر اپنے دل پہ ناصح مجھے اختیار ہوتا	7
4	کب تک چھپے رہیں گے ہماری نظر سے آپ	8
5	تدبیر وصلِ یار نکالی سبھی طرح	9
6	نالہ کبھی جو ہجر میں منہ سے نکل گیا	10
7	تم جو بے پردہ ہو گئے تو کیا	11
8	مرے حال کی تجھے اے ستم کچھ بھی خبر نہیں	12
9	حسیں جتنے ہیں چشم عاشق میں رہتے ہیں	13
10	مری جاں حور ہو خورشید ماہِ لقا تم ہو	15
11	فقط کیا تمہیں سے گلہ ہو رہا ہے	16
12	کیا لطفِ عیش زندگئ مستعار سے	17
13	دھیان جب فرقت میں تیرا مجھ کو آیا اور بھی	18
14	حضور رخسار مہر طلعت قمر کا حسن و جمال کیا ہے	19
15	سنا ہے جانب مدفن وہ یار آئے گا	20
16	کچھ حال تپ غم جو مرا ان کو سنایا	21
17	دل نکلے کیا ستم گر کس کس کو توڑ ڈالے	22

18	آرزوئے وصل جاناں گر نہ برآئی مری	23
19	عدو جو کچھ کہیں ان کا تو کہنا دل سے ہوتا ہے	25
20	اپنے پہلو میں جو دشمن کو بٹھا رکھا ہے	26
21	اس زلف پریشاں کا جب سے ہوا دیوانہ	27
22	آیا نہ میرے پاس وہ دلبر تمام رات	28
23	آپ کا اس دم جو آنا ہو گیا	29
24	تم بجھاؤ گے کیا لگی دل کی	30
25	مہرباں مجھ پہ وہ دلدار ہے آج	31
26	یہ حسن روئے یار ہے ساقی شراب میں	32
27	یہ کس کے عشق میں حالت ہوئی ہے اپنی ماتم کی	33
28	ترا احساں ہو اتنی دیر اگر تو اے قضا ٹھہرے	34
29	کرتا ہے کیوں یہ ظلم یہ بیداد بے سبب	35
30	کل سے بیکل ہوں فراقِ یار میں	36
31	ان کو سینہ سے ہم لگاتے ہیں	37
32	بزم سے جب وہ مہ لقا اٹھے	38
33	یہ فائدہ تو ہوا ہم کو دل لگانے سے	39
34	میرے دل میں اس قدر صورت سمائی آپ کی	40
35	وعدہ کی رات آنکھ ہے در پر لگی ہوئی	41
36	تیر سینہ میں سمایا جو پرافشاں ہو کر	42
37	ایسی کہاں ہے ناوک و تیغ و تبر کی چوٹ	43
38	اس گل کو پاس اپنے نہ پاؤں تو کیا کروں	44

39	ہم وفا کرتے ہیں وہ ہم پہ جفا کرتے ہیں	45
40	دل کا شکار کرنے صیاد آ رہا ہے	46
41	ترا خیال جو ہر وقت یاد رہتا ہے	47
42	یہ مختصر سی ہے اک عرض میری جاں میری	48
43	وہ نور مہر میں نہ تجلی وہ ماہ میں	49
44	سمایا جب سے ہے وہ گل عذار آنکھوں	50
45	حال دل حزیں کی جوان کو خبر نہیں	51
46	یا خدا کوچۂ دلبر میں ہو جانا میرا	52
47	صد شکر ان دنوں دل مضطر بغل میں ہے	53
48	اگر غیر نے کچھ سکھایا نہیں ہے	54
49	تری حسرت بھی ہے پردہ نشیں کیا دل سے نکلے گی	55
50	ظلم کب تک سہا کرے کوئی	57
51	حیف! دل لے کے مرا، درپئے آزار ہوا، خوب دلدار ہوا	58
52	جسے ہے آپ کی الفت وہ کون ہے میں ہوں	60
53	نہ نکلی کوئی حسرت آہ دل کی	61
54	وہ ہم پر ظلم ڈھائیں جتنی چاہیں سختیاں کر لیں	62
55	نتیجہ کیا ہے ناصح اس قدر باتیں بنانے سے	64
56	نہ ہوتی جو دل میں محبت کسی کی	66
57	سہرا	67
58	تضمین برغزل عالیجناب نواب شبیر علی خان صاحب مرحوم تنہاؔ مراد آبادی	68

پیش لفظ

حکیم مولانا اعجاز احمد قیصرؔ مراد آباد کے رہنے والے تھے پھر بریلی میں سکونت اختیار کر لی۔ پیشہ کے اعتبار سے ماہر طبیب اور خوش نویس (کاتب) تھے۔ اُستاذ زمن شہنشاہ سخن مولانا حسن رضا خان حسنؔ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے نعتیہ و غزلیہ دیوانوں کی کتابت انہوں نے ہی کی۔ شاعری کا اچھا ذوق تھا۔ حسنؔ بریلوی سے تلمذ اختیار کر کے اس میں مہارت حاصل کی۔ حسنؔ بریلوی کے غزلیہ و نعتیہ دیوان پر ان کے قطعات تواریخ ملتے ہیں۔

قیصر مراد آبادی کا غزلیہ دیوان ''ذوق فصاحت'' معروف بہ ''کلام قیصر'' (حصہ اوّل) مطبع نادری بریلی سے شائع ہوا۔ اس دیوان کا قدیم نسخہ ہمیں جناب میثم قادری صاحب نے مہیا کیا۔ اس نسخہ میں دو صفحات کم تھے جو کہ تلاش بسیار کے باوجود ہمیں نہ مل سکے۔ اس دیوان کے دوسرا حصہ کے بارے بھی معلومات نہ مل سکیں۔ لہٰذا جس قدر دستیاب ہو سکا اُسے جدید ترتیب کے ساتھ اربابِ ذوق کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔

قیصر مراد آبادی کے کلام میں ان کے اُستاذ حسنؔ بریلوی کا رنگ واضح طور پر محسوس کیا جا سکتا ہے بلکہ بعض غزلوں کی زمینیں بھی مشترک ہیں۔ اُمید کامل ہے کہ اس دیوان کی اشاعت کے بعد اربابِ تحقیق قیصر مراد آبادی کی دیگر تحریروں کو تلاش کر کے سامنے لائیں گے۔

محمد ثاقب رضا قادری
الخیر ریسرچ فورم، لاہور پاکستان
20 / مارچ 2022ء

☆

وہ اگر بے حجاب ہو جاتا

وہ اگر بے حجاب ہو جاتا ذرّہ بھی آفتاب ہو جاتا
نور لیتا جو اُن کے چہرے سے آفتاب آفتاب ہو جاتا
دل میں جلوہ ترا نہ آنکھوں میں کوئی تو کامیاب ہو جاتا
مئے الفت اگر بھری جاتی جام جام آفتاب ہو جاتا
پاتے گر ہم وہ دولتِ بیدار بخت کیوں محوِ خواب ہو جاتا
سوزِ دل سے جو آہ کرتے ہم بحر شکل سراب ہو جاتا
نامہ بر پرزے ہی اُٹھا لاتا کچھ تو خط کا جواب ہو جاتا
یاد آتی جو اُن کے گیسو کی داغِ دل مشک ناب ہو جاتا
درد مندوں پہ وہ ترس کھاتے دُور اگر یہ عتاب ہو جاتا
جان بیمار کی بھی بچ جاتی اور اُنہیں بھی ثواب ہو جاتا
لبِ میگوں کے عکس سے قیصرؔ
مست جام شراب ہو جاتا

☆

اگر اپنے دل پہ ناصح مجھے اختیار ہوتا

اگر اپنے دل پہ ناصح مجھے اختیار ہوتا
نہ بتوں سے دل لگاتا نہ ذلیل و خوار ہوتا

جو برنگ گل ہمارا دل داغ دار ہوتا
تو گلے کا تیرے یہ بھی کسی روز ہار ہوتا

جو چمن میں وہ سمن بر[1] کہیں آشکار ہوتا
کبھی صدقے ہوتی بلبل کبھی گل نثار ہوتا

تری کاکل پریشاں جو نہ بَلؑ کی لیتی مجھ سے
پسِ مرگ یوں پریشاں نہ مرا غبار ہوتا

یہی جام بادہ ہوتا مجھے جام جم سے بہتر
جو مری بغل میں ساقی بت گل عذار ہوتا

تیری زلف و رُخ کو پاتے جو چمن میں سنبل و گل
یہ اِدھر بلائیں لیتا وہ اُدھر نثار ہوتا

پسِ مرگ بھی اُنہیں کو مری آنکھیں ڈھونڈھتی ہیں
نہ وہ وعدہ کرتے مجھ سے نہ یہ انتظار ہوتا

ابھی حسرتیں نکلتیں سبھی آرزوئیں ملتیں
ترے کوچہ میں ستم گر جو مرا مزار ہوتا

کریں شکوہ کیا کسی کا یہ زمانہ کی ہے حالت
برے وقت میں کسی کا نہیں کوئی یار ہوتا

مری چشم تر نے قیصرؔ مری آبرو ڈبوئی
نہ نکلتے اشک حسرت نہ غم آشکار ہوتا

---

[1] پُرجوش، خوشبو والا

کب تک چھپے رہیں گے ہماری نظر سے آپ

کب تک چھپے رہیں گے ہماری نظر سے آپ
آئیں گے کھنچ کے جذبۂ دل کے اثر سے آپ

ثانی نہیں ہے کوئی زمانہ میں آپ کا
بالا ہیں حسن میں کہیں شمس و قمر سے آپ

پڑھ لیں ہماری قبر پہ بھی فاتحہ ضرور
شاید کبھی جو بھولے سے گزریں اِدھر سے آپ

کیا عرضِ مدعا کروں اپنی زبان سے
کانوں پہ ہاتھ دھرتے ہیں میری خبر سے آپ

یوسف سے بڑھ کے ہوں گے خریدار آپ کے
نکلیں تو بن سنور کے مری جان گھر سے آپ

جب آپ مہر ہیں تو مرے گھر میں جلوہ گر
تا شام کس لئے نہیں رہتے سحر سے آپ

طوفان گریہ میں تو دکھا دوں ابھی مگر
ڈر ہے کہ ڈر نہ جائیں مری چشم تر سے آپ

تصویر کھینچنے دے منصور کو میری جاں
حیراں رہے گا وہ تری نازک کمر سے آپ

اعجازؔ جس کو آپ کی مطلق خبر نہیں
افسوس ہے کہ ملتے ہیں اُس بے خبر سے آپ

☆

تدبیر وصل یار نکالی سبھی طرح

تدبیر وصلِ یار نکالی سبھی طرح
پوری ہوئی نہ دل کی تمنا کسی طرح

ظالم تجھے تو جب مری حالت کی ہو خبر
آ جائے تیرا دل بھی کسی پر مری طرح

وہ اور وعدہ وصل کا تو اعتبار کر
قاصد مجھے یقین نہیں ہے کسی طرح

حاضر یہ دل ہے لیجئے بوسہ نہ دیجئے
پوری کہیں ہو ہٹ بھی تمہاری کسی طرح

اتنا بھی کیا شراب سے پرہیز شیخ جی
تھوڑی سی میرے کہنے سے پی لو کسی طرح

ہم مر مٹے نہ آیا عیادت کے واسطے
دنیا میں کوئی ہوگا ستم گر تری طرح

اک جام اور مجھ کو پلا دے ترے نثار
ہاں ہاں اُسی طرح مرے ساقی اُسی طرح

اس دام سے تو چھوٹنا قیصرؔ محال ہے
گیسو نے دل کو پھانس لیا ہے بُری طرح

☆

نالہ کبھی جو ہجر میں منہ سے نکل گیا

نالہ کبھی جو ہجر میں مونھ سے نکل گیا
وہ کیا۔ فلک بھی کانپ اُٹھا جی دَہل گیا

اچھا ہوا عدو تیری محفل سے ٹل گیا
اے گل نہ کیوں نہال ہوں کانٹا نکل گیا

پروانہ کی طرح سرِ محفل میں جل گیا
ارمان شمع رُو ترا اب تو نکل گیا

فرقت میں اور کون تھا میرا شریکِ غم
اے بیکسی تجھی سے مرا جی بہل گیا

صبر و قرار دُزدِ نظر لے کے چل دیا
سامانِ عیش خانۂ دل سے نکل گیا

آیا جو وقتِ بد تو کسی نے خبر نہ لی
پہلو بچا کے دل بھی مرا صاف ٹل گیا

اللہ رے جوش شوقِ شہادت تو دیکھئے
نکلا اُدھر جو تیرا اِدھر دم نکل گیا

مژدہ جو اپنے آنے کا تُو نے سنا دیا
بیمارِ ہجر لے کے سنبھالا سنبھل گیا

☆

تم جو بے پردہ ہو گئے تو کیا

تم جو بے پردہ ہو گئے تو کیا پردہ حیرت کا پڑ گیا افسوس
چھین کر دل مرا وہ آفت جاں آنکھوں آنکھوں میں لے گیا افسوس
میرا افسانہ سن لیا جس نے منہ سے بے ساختہ کہا ''افسوس''
ہائے اِک بے اثر دعا ہی نہیں 'آہ' بھی تو ہے نا رَسا افسوس
جب کہا ''مرتے ہیں'' تو فرمایا کرے اس کا مری بَلا افسوس
دل سے جس کے کبھی نہ نکلا ہو ہے وہ میرا ہی مدعا افسوس
موسم گل میں تُو نے اے صیّاد مجھ کو بے بال و پر کیا افسوس
نام کو بھی اثر نہیں جس میں وہ ہماری ہے اک دعا افسوس
رشک تیرا بُرا ہو تُو مجھ کو بزم دشمن میں لے چلا افسوس
اب وہ صحبت کہاں ہے اے قیصرؔ
نہ رہے یار و آشنا افسوس

☆

مرے حال کی تجھے بے خبر ہے ستم کچھ بھی خبر نہیں

مرے حال کی تجھے بے خبر، ہے ستم کچھ بھی خبر نہیں
کیے آہ و نالے شب و سحر مگر اُن میں خاک اثر نہیں

تجھے جب سے دیکھا ہے اے پری نہیں چین مجھ کو کوئی گھڑی
تُو سمایا نظروں میں ہے مری کوئی اور آتا نظر نہیں

وہ پلایا جام اَلَست کا کہ بَلا کا مست بنا دیا
کوئی پوچھے حال جو ساقیا تو کہوں میں کیا کہ خبر نہیں

ہوئی یاد جب تری زلف کی تو سیاہی آنکھوں میں چھا گئی
شب غم بڑھی ہے وہ تِیرگی کہ مجھے اُمید سحر نہیں

میں ہوا ہوں اپنے لیے بَلا کہ بنا ہوں پردہ نگاہ کا
ترا جلوہ سب میں ہے اے خدا تُو کہاں نہیں تُو کدھر نہیں

مرے دم پہ بن گئی اس قدر کہ ہوئے ہیں ٹکڑ ہے دل و جگر
مری جان جائے گی فتنہ گر تری لب پر آئی اگر نہیں

ترے در پہ غیر ہی پاسباں ترے گھر رقیب نگاہ باں
مگر ایک قیصرؔ نیم جاں کہ یہاں اُسی کی گزر نہیں

☆

حسیں جتنے ہیں چشمِ عاشقِ مائل میں رہتے ہیں

حسیں جتنے ہیں چشمِ عاشقِ مائل میں رہتے ہیں
اِسی سے کھل گیا ارمان کتنے دل میں رہتے ہیں

قیامت ہے رقیبِ رُو سیہ ہر دم ہے پہلو میں
الگ اغیار کی مانند ہم محفل میں رہتے ہیں

نکل جائیں مرے ارمان دل کے کس طرح دل سے
کہ یہ جن کی بدولت ہیں وہ میرے دل میں رہتے ہیں

کبھی آنسو بہاتے ہیں کبھی ہم خاک اُڑاتے ہیں
یہ دُکھ ہے آب و ِگل میں ہم بڑی مشکل میں رہتے ہیں

وہ کہتے ہیں ترے ارماں نکالے کس طرح کوئی
کہ ہوں دو چار تو نکلیں ہزاروں دل میں رہتے ہیں

جو پوچھا اُس قمر سے تجھ سے روشن کون سا گھر ہے
لگا کر تیر دل پر بولا اس منزل میں رہتے ہیں

ہوئے جب سے اسیرِ زلفِ پیچاں کیا کہیں تم سے
عجب آفت میں رہتے ہیں عجب مشکل میں رہتے ہیں

عبادت سے خدا کی ایک دم ہوتے نہیں غافل
ہمیشہ راہ رَو ہم نیک ہی منزل میں رہتے ہیں

ہوا ہے بارِ سر سر ہم کو ارمانِ شہادت میں
وہی اچھے رہے جو کوچۂ قاتل میں رہتے ہیں

تجھے ہی عاشقوں کے پاس دم بھر بیٹھنا مشکل
خدا جانے ترے اَرمان کیونکر دل میں رہتے ہیں

لگایا جب سے دل اعجازؔ ہم نے کیا کہیں تم سے
نہ مرتے ہیں نہ جیتے ہیں بڑی مشکل میں رہتے ہیں

☆

مری جاں حور ہو خورشید ماہ لقا تم ہو

مری جاں حور ہو خورشید ماہِ لقا تم ہو
قسم خالق کی یکتائے زمانہ دل رُبا تم ہو

کہا جب میں نے اُن سے بے وفا نا آشنا تم ہو
تو بولے ہاں زمانہ میں فقط اک با وفا تم ہو

خطا کیا ہو گئی مجھ سے جو ایسے ہو گئے برہم
بتاؤ تو سہی اتنے مری جاں کیوں خفا تم ہو

رہ جاناں بُھلا دی ہے خدا را کچھ مدد کرنا
کہ مجھ بیکس کے اک رہبر فقط اے نقش پا تم ہو

علاج دردِ دل تم سے نہ ہو تو اور کس سے ہو
مرض جب لا دَوا ٹھہرا تو پھر اُس کی دَوا تم ہو

تڑپتا نیم بسمل چھوڑ کر مجھ کو گیا قاتل
خدا کے سامنے شاہد مرے ناز و اَدا تم ہو

یہ ہر دَم کی پریشانی یہ بے تابی یہ حیرانی
بتاؤ تو سہی اعجازؔ کس پر مبتلا تم ہو

☆

فقط کیا تمہیں سے گلہ ہو رہا ہے

فقط کیا تمہیں سے گلہ ہو رہا ہے زمانہ ہی سب بے وفا ہو رہا ہے
محبت میں طُرفہ مزا ہو رہا ہے اِدھر میں اُدھر وہ خفا ہو رہا ہے
ارے بے خبر کچھ خبر بھی ہے تجھ کو ترے دَر پہ محشر بپا ہو رہا ہے
تڑپتے ہوئے مذبح میں دیکھا مجھ کو تو ہنس کر کہا کیا مزا ہو رہا ہے
بَلا سے یہاں جان جائے کسی کی وہاں شغلِ جَو رو جفا ہو رہا ہے
مرا حال پوچھے تو قاصد یہ کہنا کہ اب تو خدا ہی خدا ہو رہا ہے
تمہاری سنیں گے وہ کیا حضرتِ دل وہاں دشمنوں کا کہا ہو رہا ہے
خبر دی تو یہ ہم کو قاصد نے آ کر وہاں مضحکہ آپ کا ہو رہا ہے

کریں کیا ستم کا گلہ اُن سے قیصرؔ
یہ قسمت کا اپنی لکھا ہو رہا ہے

☆

کیا لطفِ عیش زندگئ مستعار سے

کیا لطفِ عیش زندگئ مستعار سے
غافل نہ دل لگا چمنِ روزگار سے

اُلفت ہوئی ہے جب سے مجھے زلفِ یار سے
راتوں کو خواب میں نظر آتے ہیں مار سے

بے جا یہ مجھ سے رکھتے ہو دل میں کدورتیں
آئینہ صاف چاہئے گرد و غبار سے

اُس شعلہ رُو کی یاد میں مرنے کے بعد بھی
دُودِ فغاں نکلتا ہے میرے مزار سے

اللہ ری نازکی جو دیا سرمہ آنکھ میں
اُٹھتی نہیں نگاہ ستم گر کی بار سے

دامن نہ خاکِ عاشقِ بے تاب سے اُٹھاؤ
لاشہ تڑپتا نکلے گا باہر مزار سے

قربان جاؤں میں تری طرزِ خرام کے
کب یہ اَدا اَدا ہو نسیم بہار سے

بچ کر کہاں جائیں گے ہم بعد مرگ بھی
بن کر غبار لپٹیں گے دامانِ یار سے

آئے گا ایک دن مرا طالع بھی اَوج پر
ثابت ہوا یہ گردشِ لیل و نہار سے

اعجازؔ حیف آیا نہ اب تک وہ بے وفا
آنکھوں میں کھنچ کے آیا ہے دَم انتظار سے

☆

دھیان جب فرقت میں تیرا مجھ کو آیا اور بھی

دھیان جب فرقت میں تیرا مجھ کو آیا اور بھی
مرغِ بسمل کی طرح دل میرا تڑپا اور بھی

دیکھتے وہ اپنے بسمل کا تماشا اور بھی
مرغِ دل تیرا بُرا ہو تُو نہ تڑپا اور بھی

اس قدر اُلجھن پر اُن کی زلف و گیسو کا خیال
دیکھ سنبل ہو نہ جائے تجھ کو سودا اور بھی

تُو جو نظروں سے نہاں تھا اتنی بے چینی نہ تھی
دیکھتے ہی بڑھ گئی دل کی تمنا اور بھی

یہ کوئی دم کا ہے مہماں منہ نہ پھیرو جان جاں
دیکھ لو دم بھر کو بسمل کا تماشا اور بھی

اب تو گھر بیٹھے ہی فتنے اُٹھ رہے ہیں سیکڑوں
جب چلو گے تم تو ہوگا حشر برپا اور بھی

حسنِ صورت تک نہیں چھپتا چھپائے سے ترے
جب اُٹھا جوبن تو مشکل ہوگا پردا اور بھی

مدتوں کا ہوں میں پیاسا خاک میری ہو مجھے
تیرے صدقے دے دے ساقی جام صہبا اور بھی

وصل کی شب پوچھتے ہیں مجھ سے وہ کس ناز سے
رہ گئی اعجازؔ کیا تیری تمنا اور بھی

☆

حضورِ رُخسارِ مہر طلعت قمر کا حسن و جمال کیا ہے

حضورِ رُخسار مہر طلعت قمر کا حسن و جمال کیا ہے
ہو سرو شرمندہ پیشِ قامت برابری کی مجال کیا ہے
مکان تو ہے مکان اے دل گلی میں اُن کی گزر نہ ہو گا
یہ سعی بے سُود کس لئے ہے یہ جستجوئے محال کیا ہے
رقیب جب اُن کے اپنے ٹھہرے تو کیسے شکوے کہاں کی طعنے
کریں شکایت ہم اُن سے کیونکر اُنہیں ہمارا خیال کیا ہے
کشیدہ رہتے ہو ہم سے ہر دَم کوئی ہماری خطا بھی آخر
عتاب کا کچھ سبب ہو ظاہر کہو تو وجہ ملال کیا ہے
مجھے تمنا کہ دیکھوں طلعت تمہیں مری شکل سے ہے نفرت
ذرا تو دیکھو ذرا تو سوچو جواب کیا ہے سوال کیا ہے
ملاتے اغیار ہم سے آنکھیں یہ تاب و طاقت انہیں کہاں تھی
یہ ہیں اشارے تمہارے صاحب نہیں تو ان کی مجال کیا ہے
جو ہر گھڑی میرے پاس رہتے ہوئے ہیں اب ایسے بے وفا وہ
کہ ملنے جلنے کا ذکر کیسا نہ پوچھیں قاصد سے حال کیا ہے
قدم قدم پر ہزار فتنے تو فتنے فتنے میں سو قیامت
الٰہی عاشق کی خیر رکھنا بَلا ہے آفت چال کیا ہے
شفیع محشر جو ہیں ہمارے وہ بخشوا لیں گے حق سے قیصرؔ
تجھے گناہوں کا اپنے اتنا خیال کیا ہے ملال کیا ہے

سنا ہے جانبِ مدفن وہ یار آئے گا

سنا ہے جانبِ مدفن وہ یار آئے گا
لے اب تو اے دلِ مضطر قرار آئے گا

اگر رہی یہی بے اعتنائی اے ساقی
خدا ہی ہے جو کوئی بادہ خوار آئے گا

وہ اُن کے اپنے ہیں غیر، کیوں ترس کھائیں
عدو پہ رحم عدو پر ہی پیار آئے گا

بُتو! تمہیں بھی قسم ہے ستم کیے جانا
کبھی تو دیکھنا روزِ شمار آئے گا

عدو جو روز بھریں کان میری جانب سے
تمہارے دل میں کبھی تو غبار آئے گا

اگر رہی یونہی بے تابیٔ دلِ مضطر
تو چین کیا مجھے زیرِ مزار آئے گا

وہ مست آنکھیں ہیں ساقی کی گر کوئی دیکھے
شراب پینے سے پہلے خمار آئے گا

اسیر دام کیے بے خطا ہزاروں دل
تجھے ترس بھی کبھی زلفِ یار آئے گا

تم اپنا طائر دل بھی لیے چلو قیصرؔ

..................صفحہ ۱۳، ۱۴ نہیں ہے..................

☆

کچھ حالِ تپِ غم جو مرا اُن کو سنایا

کچھ حالِ تپِ غم جو مرا اُن کو سنایا
لو پڑ گئے چھالے مرے قاصد کی زباں میں

محفل میں مجھے آتا ہوا دیکھ کے بولے
یہ کون چلا آتا ہے پردے کے مکاں میں

مر جائے کوئی طالبِ دیدار بَلا سے
تم چین سے بیٹھے ہی رہو اپنے مکاں میں

اللہ ری غفلت کہ نہ وہ خواب سے چونکے
ہل چل پڑی نالوں سے مرے سارے جہاں میں

اَبرو و مژہ دونوں ہوئے دل کے خریدار
کھٹکا ہی نہ چل جائے کہیں تیغ و سناں میں

کس بات پہ تم حضرتِ زاہد ہوئے نازاں
کیا فرق ہے حوروں میں حسینانِ جہاں میں

کہہ کہہ کے سنیں مجھ سے مرے دل کا فسانہ
تاثیر وہ پیدا ہو خدا میری زباں میں

ہم کہتے تھے قیصرؔ کہ بتوں سے نہ ملو تم
آخر ہوئے بدنام تمہیں سارے جہاں میں

☆

دل نکلے کیا ستم گر کس کس کو توڑ ڈالے

دل نکلے کیا ستم گر کس کس کو توڑ ڈالے
پھندے ہیں کاکلوں نے لاکھوں کروڑ ڈالے

کیوں مجھ سے آج برہم وہ ہو گیا ستم گر
شاید کہ دشمنوں نے کچھ جوڑ توڑ ڈالے

میں مر گیا تو ساقی میخانہ چھوڑ بیٹھا
جام و سُبو و مینا سب توڑ پھوڑ ڈالے

دل میرا اُن کے دل سے ہرگز نہیں ملے گا
شیشہ کا کوئی کیسے پتھر میں جوڑ ڈالے

ایسوں سے حضرتِ دل اُمید کیا وفا کی
سو بار عہد کر کے کافر نے توڑ ڈالے

تیری جبیں پہ افشاں دشمن چنے ستم ہے
کیوں سر نہ اپنا کوئی پتھر سے پھوڑ ڈالے

صیاد نے قفس میں کیا ظلم ڈھائے مجھ پر
پَر بھی اُکھیڑ ڈالے بازو بھی توڑ ڈالے

تُو اور چشمِ جاناں نرگس غضب خدا کا
آنکھیں نہ کوئی تیری پتھر سے پھوڑ ڈالے

دھبّا لہو کا میرے قاتل نہیں چھٹے گا
گر لاکھ بار دھوئے دھو کر نچوڑ ڈالے

مرغِ سحر یہ نالے پچھلے ہیں وصل کی شب
ایسا نہ ہو کہ کوئی گردن مروڑ ڈالے

شکوہ عدو کا کر کے میں خود ہوا پشیماں
اُس بت نے اور مجھ پر بہتان جوڑ ڈالے

اعجازؔ تجھ سے دشمن کیا سامنا کرے گا
شیرِ سخن کے تُو نے پنجے مروڑ ڈالے

☆

آرزوئے وصلِ جاناں گر نہ بر آئی مری

آرزوئے وصلِ جاناں گر نہ بر آئی مری
خاک مجھ کو چین دے گی نا شکیبائی مری

اک تو دل کمزور اُس پر نا شکیبائی مری
ای مرے اللہ کس آفت میں جان آئی مری

کہتے ہیں حیرت سے وہ خلقت ہے شیدائی مری
پردے پردے میں ہوئی کیسی یہ رُسوائی مری

کچھ تو جی بہلے مرا کچھ تو کٹے رنج و اَلم
آ تجھی سے مل کے رولوں شام تنہائی مری

میری حسرت کیا نکالی دل عدو کا خوش کیا
سامنے اُس کے جو تم نے قبر ٹھکرائی مری

آئے دن صحرا نوَردِی کی لگی رہتی ہے دُھن
دیکھئے کیا کیا دکھائے وحشت افزائی مری

چرخ نے گن گن کے بدلے مجھ سے اُس کے لے لیے
کوئی حسرت بھی اگر مدت میں بر آئی مری

منتیں کرتا ہوں فرقت میں مگر آتی نہیں
موت بھی تو دیکھ کر حالت کو گھبرائی مری

کوئی فرقت کی مصیبت میں مرا ساتھی نہیں
میں ہوں اس آفت میں یا ہے شام تنہائی مری

کوئے جاناں تک مجھے دوشِ صبا پر لے گئی
صدقے ایسی ناتوانی پر توانائی مری

میری حالت دیکھ کر میری مصیبت دیکھ کر
چپکے چپکے رو رہی ہے شام تنہائی مری

اللہ اللہ مجھ سے کشتہ کا کوئی دیکھے نصیب
کیا تماشا ہے کہ خلقت ہے تماشائی مری

جب ملا ہاتھوں سے تیرے رنج ہی مجھ کو ملا
کون سے دن اے فلک اُمید بر آئی مری

ہاتپائی میں جو اُن کا ہاتھ پکڑا تو کہا
چھوڑ دے ظالم کلائی دیکھ بَل کھائی مری

جان بھی ہولی کسی تیرِ نگہ کے ساتھ ساتھ
ہائے وہ بھی اس قدر صورت سے گھبرائی مری

تنگ آ کر بیکسی میں جب دعائے مرگ کی
میرا منہ تکنے لگی حسرت سے تنہائی مری

ایک دن میں نے کہا اُن سے بصد عجز و نیاز کیوں نہیں ملتے ہو مجھ سے کیا خطا پائی مری

بولے جھنجھلا کر تمہیں کہہ دو کہ کس کس سے ملوں اک فقط تم ہی نہیں خلقت ہے شیدائی مری

اے تری قدرت کہ اپنے دن پھرے بعد فنا جب نبھی اُن کی نہ دشمن سے تو یاد آئی مری

مجھ کو مایوسی جہاں سے کل اُٹھا کر لائی تھی آج اُسی محفل میں مجھ کو آرزو لائی مری

اُن کے قد کو سرو کہہ کر پھنس گئی آفت میں جان دار پر کھینچا اُسے اور کھال کھنچوائی مری

قیصرؔ اُس کی بات کا مجھ کو یقیں کیونکر نہ ہو
جب اَدا سے پیار سے اُس نے قسم کھائی مری

☆

عدو جو کچھ کہیں اُن کا تو کہنا دل سے ہوتا ہے

عدو جو کچھ کہیں اُن کا تو کہنا دل سے ہوتا ہے
ستم ہے میرا ہی کہنا بڑی مشکل سے ہوتا ہے

سمجھ تو کیا تری اس فکر لاحاصل سے ہوتا ہے
علاج دردِ دل اے چارہ گر مشکل سے ہوتا ہے

کہاں کا قتل خنجر تک اُٹھانے میں تکلف ہے
یہی اک کام مشکل سے مرے قاتل سے ہوتا ہے

سوالِ بوسہ پر کیوں جھڑکیاں دیتے ہو تم مجھ کو
خفا اے بندہ پرور کوئی بھی سائل سے ہوتا ہے

ترا پیکاں نکلتا ہے سینہ سے دم بھر کو
خدا جانے کہ اُس کا مشورہ کیا دل سے ہوتا ہے

رسائی نامہ بر تیری وہاں تک کس طرح ہو گی
جہاں بادِ صبا کا بھی گزر مشکل سے ہوتا ہے

ضیائے رُخ کا کیا کہنا ترا نقشِ کفِ پا بھی
دوبالا حسن میں کافرمہِ کامل سے ہوتا ہے

پسِ مُردن بھی قسمت نے رکھا محروم لیلیٰ سے
غبارِ قیس مل مل کر جدا محمل سے ہوتا ہے

مزا وہ ہم کو جنت میں بھی اے زاہد نہ آئے گا
ہمیں جو لطف حاصل یار کی محفل سے ہوتا ہے

تمھیں اے سخت جانو اپنے ہاتھوں سے گلے کاٹو
رکاوٹ کا گلہ کیا خنجر قاتل سے ہوتا ہے

محبت اس کو کہتے ہیں جدا دم بھر کو سینہ میں
نہ دل پیکاں سے ہوتا ہے نہ پیکاں دل سے ہوتا ہے

جہاں میں یوں تو کہنے کو ہزاروں دوست ہیں قیصرؔ
مگر مشکل کا ساتھی ایک بھی مشکل سے ہوتا ہے

☆

اپنے پہلو میں جو دشمن کو بٹھا رکھا ہے

اپنے پہلو میں جو دشمن کو بٹھا رکھا ہے
کیا ستم مجھ پہ ستم گر نے یہ ڈھا رکھا ہے

جب کہا مٹھی میں کیا تم نے دَبا رکھا ہے
بولے جھنجھلا کے کلیجا یہ ترا رکھا ہے

مال چوری کا نہیں ہے تو دکھا دو مجھ کو
کیوں دوپٹے کے تلے تم نے چھپا رکھا ہے

امتحاں آج ہو خنجر بھی ہے میں بھی تم بھی
اور کس دن کے لئے تم نے اُٹھا رکھا ہے

پھونک دے اے تپشِ غم اسے جھگڑا مٹ جائے
دلِ بے تاب نے آفت میں پھنسا رکھا ہے

زلف و گیسو سے محبت نہیں اچھی اے دل
ورنہ اک روز بلاؤں میں پھنسا رکھا ہے

چال اک بادِ صبا نے ہی نہیں سیکھی ہے
برق نے بھی ترا انداز اُڑا رکھا ہے

یہ اشارہ ہے کہ ہیں دونوں برابر ہم کو
غیر کا خط جو مرے خط میں ملا رکھا ہے

وہ سنے کیا جو مرے نالہ کو سن کر یہ کہے
کون ہے کس نے فلک سر پہ اُٹھا رکھا ہے

چھیڑ تو دیکھو کہ کہتے ہیں اُٹھو پہلے سے
اور دامن مرا زانو سے دبا رکھا ہے

صبر اب خاک محبت میں ہو مجھ سے ناصح
وحشتِ دل نے تو دیوانہ بنا رکھا ہے

غیر لے بوسہ ترا بزم میں کیا تاب و تواں
منہ لگایا ہے اُسے سر پہ چڑھا رکھا ہے

آپ نے دل تو چرایا ہی نہیں پھر کہئے
آنکھیں کیوں نیچی ہیں کیوں سر کو جھکا رکھا ہے

شاید آ جائے اسی طرح مرے دل کو قرار
تیری تصویر کو سینہ سے لگا رکھا ہے

دل کوئی مال نہیں ہے تو مجھے دے دیجئے
کیوں اسے تم نے کلیجے سے لگا رکھا ہے

یہ جو پہلو سے نکلتا تو غضب ہی ڈھاتا
دلِ بے تاب کو ہاتھوں سے دبا رکھا ہے

نبض کیا دیکھتا ہے حال کو کیا پوچھتا ہے
اب مسیحا ترے بیمار میں کیا رکھا ہے

آگے کیا دیکھئے تقدیر دکھائے قیصؔر
دل کو اب تک تو حسینوں سے بچا رکھا ہے

اُس زلفِ پریشاں کا جب سے ہوا دیوانہ

اُس زلفِ پریشاں کا جب سے ہوا دیوانہ — نفرت ہوئی بستی سے بھایا مجھے ویرانہ
قسمت میں جو ہونی ہو جلدی سے الٰہی ہو — یا موت ہی آ جائے یا آئے وہ جانانہ
وہ آنکھ نہیں جس سے دیکھوں میں تجھے یاربّ — ہر جا تیرا جلوہ ہے کعبہ ہو کہ بُت خانہ
میں یار کی مستانہ آنکھوں کا ہوں متوالا — کیا لے کے کروں ساقی یہ ساغر و پیمانہ
تُو دل میں سمایا ہے یا جلوہ بُتوں کا ہے — کعبہ کہوں میں یاربّ یا اس کو صنم خانہ
جب لطف مئے گلگوں ساقی مجھے حاصل ہو — ہو ابر بھی گلشن بھی پہلو میں ہو جانانہ
وہ آنکھ عطا کر دے یاربّ میں جہاں دیکھوں — تُو مجھ کو نظر آئے کعبہ ہو کہ بُت خانہ
ہاتھوں سے کلیجے کو تھامے ہوئے آ جائے — وہ بُت جو کبھی سن لے غم کا مرے افسانہ
جب سے رُخِ رنگیں کو دیکھا ترے گلشن میں — گل چاک گریباں ہے بلبل بھی ہے مستانہ

اس چھیڑ کے میں قرباں وہ پوچھتی ہیں مجھ سے
قیصرؔ جسے کہتے ہیں کس کا ہے وہ دیوانہ

☆

آیا نہ میرے پاس وہ دلبر تمام رات

آیا نہ میرے پاس وہ دلبر تمام رات
تڑپا کیا یہاں دل مضطر تمام رات

سُلجھائی اُس نے زلفِ معنبر تمام رات
اُف سانپ لوٹتے رہے دل پر تمام رات

حالت ابھی سے دل کی مرے غیر ہو گئی
یا ربّ کٹے گی ہجر کی کیونکر تمام رات

دیکھا جو کہکشاں کو تو دھیان آیا مانگ کا
آرے چلا کئے مرے سر پر تمام رات

حسرت نہ نکلی اس دلِ خانہ خراب کی
سویا وہ بُت کبھی نہ لپٹ کر تمام رات

افشاں تری جبیں کی جو یاد آ گئی کبھی
گنتے ہی مجھ کو گزرے ہے اختر تمام رات

اس پر بھی تو نہ خواب سے جاگا ستم شعار
پٹکا کیا میں سر ترے در پر تمام رات

اُس حیلہ جُو نے پیچ وہ ڈالا شبِ وصال
سُلجھائی اپنی زلف معنبر تمام رات

یاد آ گیا چمن میں بُوٹا سا قد ترا
رویا لپٹ کے سَرو سے دن بھر تمام رات

تا صبح ماہ سامنے آیا نہ شرم سے
تھا جلوہ گر جو رُوئے منور تمام رات

قیصرؔ فراقِ یار میں افسوس کیا کہوں
روتے ہوئے گزرتی ہے اکثر تمام رات

☆

آپ کا اِس دم جو آنا ہو گیا

آپ کا اِس دم جو آنا ہو گیا ناتوانِ غم توانا ہو گیا
زلفِ جاناں کا ہوا سودا مجھے اب تو صحرا میں ٹھکانا ہو گیا
میرے گھر وہ آتے آتے رُک گئے قہر اُلفت کا جتانا ہو گیا
سرمۂ دُنبالہ دار اُس شوخ کا اسپِ دل کو تازیانہ ہو گیا
جذبۂ دل نے اثر اُلٹا کیا وہ عدو کے گھر روانہ ہو گیا
تیغ اَبرو نے کیا قتلِ جہاں موت کا سب کو بہانا ہو گیا
چھوڑ کر تنہا فراقِ یار میں دل بھی پہلو سے روانہ ہو گیا
نامہ بر اب تک نہ لایا کچھ جواب ایک مدت اِک زمانہ ہو گیا
جب کہا تربت پہ آؤ گے مری ہنس کے بولے ہاں جو آنا ہو گیا
دوست جس کا ہو گئے قیصرؔ یہ بت
دشمن اُس کا سب زمانہ ہو گیا

☆

تم بجھاؤ گے کیا لگی دل کی

تم بجھاؤ گے کیا لگی دل کی
کبھی پوچھی نہ بات بھی دل کی

غم جاناں تجھے خدا رکھے
تیرے دَم سے ہے دل لگی دل کی

اے تری شان مجھ سے وہ پوچھیں
کیا تمنا ہے کیا خوشی دل کی

مانتے یا نہ مانتے سرکار
سن تو لیتے کبھی کبھی دل کی

دل دیا دل کے ساتھ جان بھی دی
اب تو خوش ہو ہوئی خوشی دل کی

جب کہا غیر کے نہ جائیں حضور
بولے تم کون ہو خوشی دل کی

چھین کر دل کو لے گیا کوئی
بے وفا نے نہ کچھ سنی دل کی

دَم نکل جائے اُن کے قدموں پر
یہ تمنا ہے یہ خوشی دل کی

حال دشمن سے کہہ دیا اپنا
اللہ اللہ یہ بے خودی دل کی

میں بھی ہوں تیغ بھی ہے تم بھی ہو
پوری اب کیجئے خوشی دل کی

وصل سے پہلے ہی وصال ہوا
آرزو دل میں رہ گئی دل کی

جب سے احباب چُھٹ گئے قیصرؔ
مٹ گئی ساری دل لگی دل کی

☆

مہرباں مجھ پہ وہ دلدار ہے آج

مہرباں مجھ پہ وہ دلدار ہے آج
بخت خفتہ مرا بیدار ہے آج

مژدہ اے دل کہ پھری اب قسمت
یار کا وعدۂ دیدار ہے آج

کان دشمن نے بھرے ہیں شاید
مجھ سے برہم جو وہ دلدار ہے آج

کہیے تو بدلے ہیں تیور کیسے
بل پہ کیوں ابروئے خم دار ہے آج

وہ گل اندام ہوا ہے مہمان
گھر مرا غیرتِ گلزار ہے آج

لاکھوں پامال ہوئے جاتے ہیں
کس بلا کی تری رفتار ہے آج

توبہ ایسے میں نبھے کیا ساقی
اَبر ہے باغ ہے وہ یار ہے آج

جس پہ دَم دیتے تھے ہم مرتے تھے
حیف وہ قتل پہ تیار ہے آج

کلُ کی ہی بات کہ تھے پہلو میں
اب مجھی سے تمہیں ہی عار ہے آج

دیکھیے کس کی اَجل آئی ہے
دستِ قاتل میں جو تلوار ہے آج

اب تو ارمان نکالو قیصرؔ
میہماں گھر میں وہ دل دار ہے آج

☆

یہ حسنِ رُوئے یار ہے ساقی شراب میں

یہ حسنِ رُوئے یار ہے ساقی شراب میں
یا عکس آفتاب کا ہے آفتاب میں

طوفانِ اشکِ تر نہیں چشم پُر آب میں
دریا کو میں نے بند کیا ہے حباب میں

خلوت ہو ہم ہوں یار ہو شرم و حیا نہ ہو
سو حسرتیں ہیں اس دلِ خانہ خراب میں

گردش میں چشم یار نہیں وقتِ میکشی
اک طُرفہ جام چلتا ہے بزم شراب میں

کب تک کریں گے رحم نہ اُن کی شرارتیں
کب تک وہ منہ چھپائیں گے مجھ سے نقاب میں

وہ چاندنی کی سیر کو اُٹھے تو غل ہوا
نکلا ہے آفتاب شب ماہتاب میں

جب جانوں نامہ بر میں تری کارسازیاں
آجائیں خود ہی وہ مرے خط کی جواب میں

ساقی نہیں ہیں دل میں ہمارے یہ آبلے
شیشے چنے ہوئے ہیں دکان شراب میں

فتنے اُٹھا رہے ہیں لڑکپن میں وہ ابھی
برپا کریں گے اور قیامت شباب میں

اے گلبدن جو تیرے پسینہ میں ہے شمیم
بلبل کو وہ نصیب نہ ہو گی گلاب میں

عکس کب یہ گیسوئے خم دار یار کا
موجیں اُچھلتی ہیں مری چشم پُر آب میں

زاہد خدائے پاک کی رحمت کے سامنے
قیصرؔ غریب کے ہیں گناہ کس حساب میں

☆

یہ کس کے عشق میں حالت ہوئی ہے اپنی ماتم کی

یہ کس کے عشق میں حالت ہوئی ہے اپنی ماتم کی
برہنہ سر گریباں چاک ہی صورت بنی غم کی

نہ پوچھو ہمدم حالت شب غم چشم پرنم کی
مرے اشکوں سے شرمائی روانی اشک شبنم کی

سبق سب بھول جائے دل سے بلبل عشق واُلفت کا
گلستاں میں حکایت گر کبھی سن لی مرے غم کی

ہماری قبر پر بھی فاتحہ پڑھنے چلے آنا
جو مل جائے تمہیں اغیار سے فرصت کوئی دم کی

نہیں آہ وفغاں کرتی ہے بلبل باغ میں ہر دم
سناتی ہے گلوں کو داستاں اے گل مرے غم کی

نہ آیا راہ پر وہ بت عجب قدرت خدا کی ہے
ہزاروں بار پڑھ کر سورۂ اخلاص بھی دم کی

خدا را ناتوانوں کی خبر لو اے شہ خوباں
چڑھائی ملکِ دل پر ہو رہی ہے لشکر غم کی

کسی کو شک ہو گر کچھ بھی تو وہ مومن نہیں ہرگز
کلام اللہ سے ثابت ہے عفت بی بی مریم کی

سگ کوئے نبی ہیں بندگی کا فخر حاصل ہے
جلائے گی ہمیں اعجازؔ کیا آتش جہنم کی

☆

ترا احساں ہواتنی دیر اگر تو اے قضا ٹھہرے

ترا احساں ہواتنی دیر اگر تو اے قضا ٹھہرے
کہ میرا اُن کا دو دو باتیں ہو کر فیصلہ ٹھہرے

یہ کہہ دینا مریض ہجر مہماں ہے کوئی دَم کا
صبا جا کر اگر تُو اُن کے کوچہ میں ذرا ٹھہرے

فراقِ یار میں وحشت سے اب یہ طور ہے اپنا
کبھی صحرا میں جانکلے کبھی بستی میں آ ٹھہرے

جو مانگا بوسۂ اَبرو تو جھنجلا کر یہ فرمایا
کہیں ایسا نہ ہو صاحب تہ خنجر گلا ٹھہرے

مداوا محض لاحاصل ہے چارہ محض لاحاصل
مریضِ نیم جاں کا درد ہی جب لا دوا ٹھہرے

شبِ مہتاب بھی ہو اور وہ مہ رُو بھی ہو پہلو میں
مئے آشامی کی ایسے میں نہ کیونکر سا قیا ٹھہرے

ترے جلوے کی نیرنگی نے ڈالا مجھ کو چکر میں
کبھی صحرا میں جا پہنچی کبھی گلشن میں آ ٹھہرے

تمہارے عاشقوں کو سب جہاں اندھیر ہو جائے
رُخِ روشن پہ دم بھر بھی اگر زلفِ دوتا ٹھہرے

عذابِ گور کا دوزخ کا خورشید قیامت کا
اُنہیں اعجاز کیا غم جو غلام مصطفٰی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ٹھہرے

☆

کرتا ہے کیوں یہ ظلم یہ بیداد بے سبب؟

کرتا ہے کیوں یہ ظلم یہ بیداد بے سبب
اتنا ستانہ اوستم ایجاد بے سبب

آخر مرا قصور بھی کچھ اے ستم شعار
کرتا ہے قتل کیوں مجھے جلاد بے سبب

بہر خدا اُڑا نہ مجھے کوئے یار سے
مٹی نہ کر صبا مری برباد بے سبب

زندانِی قفس کو غرض کیا بہار سے
کیوں نوچتا ہی پَر مرے صیّاد بے سبب

اے چرخ میں نے تیرا بگاڑا ہے کیا بتا
کرتا ہے حیف تُو مجھے برباد بے سبب

فصل بہار آئی گئے اب خزاں کے دن
اے عندلیب کرتی ہے فریاد بے سبب

کب کی تھی اُس غریب نے قد سے برابری
کھینچا گیا ہے دار پہ شمشاد بے سبب

تقصیر مجھ سے کیا ہوئی کیا ہو گئی خطا
کیوں مجھ سے تُو خفا ہے پری زاد بے سبب

قیصرؔ تو ہر طرح سے تمہارا غلام ہے
پھر اس پہ آپ کرتے ہیں بیداد بے سبب

☆

گُل سے بیکل ہوں فراقِ یار میں

گُل سے بیکل ہوں فراقِ یار میں
لگ رہی ہے آگ جسمِ زار میں

اب تو صورت کو دکھا بہر خدا
مر رہا ہوں حسرتِ دیدار میں

ڈھونڈھتا ہوں میں جبھی وہ گُل نہیں
خاک دل بہلے مرا گلزار میں

سُن کے وہ شیریں سخن شیریں کہے
کیا مزا ہے آپ کی گفتار میں

ہر قدم پر سیکڑوں فتنے اُٹھے
کیا قیامت ہے تری رفتار میں

لیلیا اِک بات میں دل کو مرے
سامری کا سحر ہے گفتار میں

وہ مسیحائی کو آئے بھی تو کب
سانس تک باقی نہیں بیمار میں

رحم کرائی ناتوانی رحم کر
زُور کر نا کوچۂ دل دار میں

چل کے قیصرؔ اب وہیں بستر لگاؤ
دن گزارو کوچۂ دل دار میں

☆

ان کو سینہ سے ہم لگاتے ہیں

ان کو سینہ سے ہم لگاتے ہیں
اپنے دل کی لگی بجھاتے ہیں

نہیں آتے مرے بلانے پر
غیر کے بے بلائے جاتے ہیں

بے خودی میں کوئی کبھی تو کہے
دیکھ وہ سامنے سے آتے ہیں

پہلوئے غیر میں جو بیٹھے ہیں
کیسی آنکھیں ہمیں دِکھاتے ہیں

خونِ عشاق لیتے ہیں سر پر
پان کھا کر جو آپ آتے ہیں

اُن کے وعدوں کا اعتبار کسے
جھوٹی جھوٹی جو قسمیں کھاتے ہیں

جو نہیں تلخ کام عشقِ بُتاں
زندگی کے مزے اُڑاتے ہیں

جب ستم کی اُمنگ آتی ہے
پہلے قیصرؔ ہی یاد آتے ہیں

☆

بزم سے جب وہ مہ لقا اُٹھے

بزم سے جب وہ مہ لقا اُٹھے
سینکڑوں فتنے برملا اُٹھے

دیکھ کر مجھ کو بزم رِنداں میں
شیخ صاحب بھی کَسمُسَا اُٹھے

ہم بُتوں کی گلی میں صورتِ گرد
بارہا بیٹھے بارہا اُٹھے

جب نہ پوچھیں وہ بات ہی تو پھر
ایسی باتوں سے لطف کیا اُٹھے

تیرا کوچہ ہو جبکہ رشکِ اِرم
کوئی کیوں جائے کوئی کیا اُٹھے

اُڑ چلا خِطّ شوق کیا قاصد
میرے مضمون پُر جما اُٹھے

میکدے میں پھُوہار پڑتی ہے
آج تو لطف ساقیا اُٹھے

ناز کیوں ہم کو ہو نہ قسمت پر
کوئے قاتل میں خونہا اُٹھے

جس جگہ بیٹھے حضرتِ قیصرؔ
پھر نہ تم مثلِ نقش پا اُٹھے

☆

یہ فائدہ تو ہوا ہم کو دل لگانے سے

یہ فائدہ تو ہوا ہم کو دل لگانے سے　　کہ دل گیا گئے گزرے ہوئے زمانے سے

ستم سے منع کروں میں مری مجال نہیں　　مگر بتا دو کہ ہے نفع کیا ستانے سے

وہ ہم سے اور بھی اغماز و ناز کرنے لگے　　ہوا یہ فائدہ اُلفت اُنہیں جتانے سے

اثر تو جب ترا ہم جانیں اے محبت دل　　ہمارے گھر اُنہیں لے آ کسی بہانے سے

الٰہی باغ میں آتا ہے کیا وہ غیرتِ گل　　کہ بلبلیں چلیں اُڑ اُڑ کر آشیانے سے

مریض عشق ہوں کیا دیکھتا ہے مجھ کو طبیب　　خدا کے واسطے اُٹھ جا مرے سرھانے سے

تم اپنے وعدہ کی پورے ہو میں ہی جھوٹا ہوں　　اجی یونہی سہی کیا نفع ضد بڑھانے سے

نہ پوچھو کیسی قیامت ہے ساعتِ رخصت　　وہ میرے پاس سے جاتے ہیں میں زمانے سے

دکھا دے خواب ہی میں او بُتِ کافر
کہ انتظار میں قیصرؔ ہے اک زمانے سے

☆

میرے دل میں اِس قدر صورت سمائی آپ کی

میرے دل میں اِس قدر صورت سمائی آپ کی
اب جدائی پر نہیں ممکن جدائی آپ کی

جان باقی ہے وہ اب لے لو دکھا کر اک جھلک
دل تو پہلے دے چکے ہیں منہ دکھائی آپ کی

فاتحہ پڑھنے کو بھی آئے نہ اک دن قبر پر
دیکھ لی اے بندہ پرور بے وفائی آپ کی

کیا کہیں یہ غم ہیں یہ صدمے ہیں قصہ مختصر
مار ڈالے گی ہمیں بے اِعتنائی آپ کی

وہ عدو کی بزم میں دشمن ہیں دَر پر پاسباں
حضرتِ دل کس طرح ہوگی رَسائی آپ کی

پھر میں دیکھوں گا کہ مجھ سے کس طرح ہوگا حجاب
جب تصور نے مجھے صورت دکھائی آپ کی

جاں بلب ہے جاں بلب پر رحم کرنا چاہیئے
شاق ہے قیصرؔ کے دل کو اب جدائی آپ کی

☆

وعدہ کی رات آنکھ ہے دَر پر لگی ہوئی

وعدہ کی رات آنکھ ہے دَر پر لگی ہوئی
اور دن میں اُن کی لو ہے برابر لگی ہوئی

افشائے رازِ عشق نہ ہو کس طرح کہوں
کب صبر ہو جو چوٹ ہو دل پر لگی ہوئی

اُس آزمودہ کار سے پوچھو رُموزِ عشق
پہلے بھی ہو جسے کبھی ٹھوکر لگی ہوئی

تیر نگاہ توڑ کے سینہ نکل گیا
ہے چوٹ اُس کے ہجر کی دل پر لگی ہوئی

دل میں ہے سوزِ دل ہے مرے سینہ میں نہاں
کیسے دکھاؤں آپ کو کیونکر لگی ہوئی

چال اُس خرام سے ہے قیامت کو سیکھنی
جاتی ہے ساتھ ساتھ برابر لگی ہوئی

بے وجہ تو نہیں یہ کنکھیوں سے دیکھنا
دل سے ہے اُن کی آنکھ مقرر لگی ہوئی

قیصرؔ بس اک نگاہ میں دل اُس نے لے لیا
ظالم کی آنکھ تھی مرے دل پر لگی ہوئی

☆

تیر سینہ میں سما جو پر افشاں ہو کر

تیر سینہ میں سمایا جو پرُ افشاں ہو کر
میں یہ سمجھا کہ پری آئی ہے مہماں ہو کر

خانۂ دل کبھی دَم بھر کو بھی خالی نہ رہا
تم گئے درد و اَلم آ گئے مہماں ہو کر

حج اکبر کا ملے حضرتِ زاہد کو ثواب
جائیں کعبہ کو اگر کوچۂ جاناں ہو کر

تیری صورت کی صفانے بھی کیا ہاتھ ہی صاف
صورتِ آئینہ ہم رہ گئے حیراں ہو کر

چھوڑ کر مصحفِ رُخ ہو گئے کاکل پہ فدا
عشق کافر سے کیا ہم نے مسلماں ہو کر

ہم تصور کی طرح جائیں گے بے خوف وخطر
لاکھ بیٹھے رہیں دربان نگہبان ہو کر

حال دل گریۂ غماز نے مخفی نہ رکھا
کھل گئے راز غم عشق کے پنہاں ہو کر

قبر مجنوں سے صدا آئی کہ اُستاد آئے
ہم جنوں کے جو گئے سلسلہ جنباں ہو کر

بادہ نوشی و غم عشق بت کافر کیش
شرم آتی نہیں قیصرؔ کو مسلماں ہو کر

☆

ایسی کہاں ہے ناوک و تیغ و تبر کی چوٹ

ایسی کہاں ہے ناوک و تیغ و تبر کی چوٹ
اے ترک ہے غضب تری ترچھی نظر کی چوٹ

ٹکراتے ہی گزرتی ہے سر رات دن مجھے
جب سے لگی ہے یار ترے سنگ در کی چوٹ

تیر مژہ نے خنجر ابروئے یار نے
گھیرا ہے ہر طرف سے بچاؤں کدھر کی چوٹ

بے تاب و بے قرار ہے پہلو میں دل مرا
یا ربّ لگی ہے آہ یہ کس کی نظر کی چوٹ

اعجازؔ زلف یار سے الفت نہ کیجئے
کھائیں گے آپ دیکھئے اک روز سر کی چوٹ

اُس گل کو پاس اپنے نہ پاؤں تو کیا کروں

اُس گل کو پاس اپنے نہ پاؤں تو کیا کروں
بلبل صفت نہ شور مچاؤں تو کیا کروں

دل پھنک رہا ہے آہِ شرر بار سے مرا
آنسو نہ چشم تر سے بہاؤں تو کیا کروں

دل کو نہ ہو قرار تو کیا کیجئے ہم نشیں
میں اُن کی انجمن میں نہ جاؤں تو کیا کروں

سیماب وار چین نہیں دل کو ایک جگہ
ہاتھوں سے میں اسے نہ دباؤں تو کیا کروں

مجنوں بنا دیا بُتِ لیلی جمال نے
صحرا میں خاک اگر نہ اُڑاؤں تو کیا کروں

ظالم نہ پوچھ دیکھ قیامت کی بات ہے
نالہ اگر زبان پہ لاؤں تو کیا کروں

دلبر بھی دلنواز بھی دلنشیں بھی تو
میں حالِ دل تجھے نہ سناؤں تو کیا کروں

اس کا جواب مجھ سے مرے پاس آ کے لو
تم کو جو اپنے پاس میں پاؤں تو کیا کروں

اعجازؔ آج وصل کی پہلی ہی رات ہے
سوتا ہے یار اگر نہ جگاؤں تو کیا کروں

ہم وفا کرتے ہیں وہ ہم پہ جفا کرتے ہیں

ہم وفا کرتے ہیں وہ ہم پہ جفا کرتے ہیں
خیر جو کچھ بھی وہ کرتے ہیں بجا کرتے ہیں

تپ فرقت سے یہاں ہم تو جلا کرتے ہیں
بزم دشمن میں وہاں لطف اُڑا کرتے ہیں

کتنے بے رحم حسینانِ جہاں ہیں یارب
رونے والوں پہ یہ جلاد ہنسا کرتے ہیں

غیر تو اتنے مری جان اُٹھا لے بیداد
یہ ہمیں ہیں کہ ترے ظلم سہا کرتے ہیں

ایسے بے دردوں سے اللہ نہ ڈالے پالا
سن کے وہ حال گرفتار ہنسا کرتے ہیں

دل وجاں جن کے لئے ہاتھ سے کھوئے ہم نے
ہائے افسوس وہی ہم سے دغا کرتے ہیں

خلد سے اُن کو غرض ہے نہ اِرم سے مطلب
جو ترے کوچہ میں اے یار رہا کرتے ہیں

کس طرح سے میں کروں اُن کے نہ آنے کا گلہ
وہ تو ہر دم مری نظروں میں رہا کرتے ہیں

نارِ نمرود ہوئی باغ خلیل اللہ پر
راست بازی کے نتائج یہ ہوا کرتے ہیں

وقت بوسہ یہ کہا پیار سے اُس نے قیصرؔ
آج ہم حق تری اُلفت کا اَدا کرتے ہیں

☆

دل کا شکار کرنے صیّاد آ رہا ہے

دل کا شکار کرنے صیّاد آ رہا ہے
ہر سمت دام گیسو پھندے لگا رہا ہے

میں آپ ناتواں ہوں میں آپ نیم جاں ہوں
اے چرخ کس لئے تُو مجھ کو ستا رہا ہے

کیوں وقتِ نزع مجھ کو اُلفت جتانے بیٹھے
مہماں ہوں کوئی دَم کا اب مجھ میں کیا رہا ہے

ممکن نہیں کہ اُلفت اُن گل رخوں کی چھوڑوں
ناصح عبث تُو مجھ سے باتیں بنا رہا ہے

دل میں جمال اُس کا سر میں خیال اُس کا
کس کس طرح وہ پیارا مجھ میں سما رہا ہے

جس دل کے ہاتھوں ہم نے کیا کیا ستم اُٹھائے
اب وہ بھی بے کسی میں آنکھیں دِکھا رہا ہے

ظلم و ستم بھی دیکھے سب آفتیں اُٹھائیں
اس پر بھی عشق ظالم ہم کو ستا رہا ہے

کوئے عدو میں مجھ پر آئے ہزار منہ وہ
اِتنا کہا تھا میں نے یہ کون جا رہا ہے

کعبہ میں بُت کدہ میں دل میں بہار و گل میں
ہر جا اُسی کا جلوہ قیصرؔ سما رہا ہے

☆

ترا خیال جو ہر وقت یار رہتا ہے

ترا خیال جو ہر وقت یار رہتا ہے — غمِ جدائی میں دل بے قرار رہتا ہے
جو پوچھے حال مرا وہ تو کہنا اے قاصد — تری طرح سے مرا انتظار رہتا ہے
نہ پوچھو کچھ شبِ فرقت میں کیا گزرتی ہے — تمہاری یاد میں دل بے قرار رہتا ہے
ہے چار دن کی ہوا پر غرور لاحاصل — ہمیشہ حسن کہیں پائیدار رہتا ہے
نہ ہو گی تیرے سوا اور کی ہمیں خواہش — ترا خیال ہی لیل و نہار رہتا ہے
جناب ناصحِ مشفق کی تو وہ باتیں ہیں — کہ دل پہ عشق میں سب اختیار رہتا ہے

یہ حسن بھی ہے عجب چیز سچ کہوں قیصرؔ
کہ جھوٹ بولنے پر اعتبار رہتا ہے

یہ مختصر سی ہے اک عرض میری جاں میری

یہ مختصر سی ہے اک عرض میری جاں میری
مری زبان سے سن لیجئے داستاں میری

نہ چھوڑا جامۂ ہستی کا تارتک باقی
اُڑائیں دستِ جنوں نے وہ دھجیاں میری

عجب نہیں جو اُگے میری خاک سے نرگس
کہ انتظار میں نکلی ہے تن سے جاں میری

وہ قتل گہ سے چلا چھوڑ کر مجھے زخمی
سنی ذرا بھی نہ جلاد نے فغاں میری

اگر صبا نہ گئی تو فقط اُسی دَر تک
اُڑائی خاک نہ اس نے کہاں کہاں میری

عدو کی بزم میں طعنوں سے بند کیجئے منہ
پھر آپ ہوں گے خفا گر کھلی زباں میری

لگا کے اِک بُت کافر سے دل کو اے قیصرؔ
مصیبتوں میں پھنسی جانِ ناتواں میری

وہ نور مہر میں نہ تجلی وہ ماہ میں

وہ نور مہر میں نہ تجلی وہ ماہ میں | پاتے ہیں ہم جو آپ کے خالِ سیاہ میں
کہتے ہیں غیر بھی مری صورت کو دیکھ کر | یہ حال ہو گیا ہے ترا کس کی چاہ میں
دیکھا جسے وہ دیدۂ و دانستہ مر مٹا | کیا سحرِ سامری ہے تمہاری نگاہ میں
چاہوں اگر ہفتِ فلک دَم میں پھونک دوں | رکھتا ہوں اس قدر میں اثر اپنی آہ میں
رُخ پر جو اُن کی زلف ہوا سے بکھر گئی | دھوکا ہوا کہ چاند ہے ابرِ سیاہ میں
وہ شوخ میرے گھر اگر آئے تو کس طرح | بیٹھے ہیں روکنے کو عدو اُس کی راہ میں

اعجازؔ آج اُن کو سناؤ تو حالِ زار
شاید طلب وہ کر لیں تمہیں بارگاہ میں

☆

سمایا جب سے ہے وہ گل عذار آنکھوں میں

سمایا جب سے ہے وہ گل عذار آنکھوں میں
عجب طرح کی کھلی ہے بہار آنکھوں میں

خدا کے واسطے اب تو دکھا دے شکل مجھے
کہ آ گئی ہے مری جان زار آنکھوں میں

وہ وعدہ کر کے شب وعدہ گھُنّی سادہ گئی
کھٹک رہا ہے یہاں انتظار آنکھوں میں

سخنور ان کو کہا کرتے ہیں عبث بیمار
تمہاری آنکھیں ہیں اچھی ہزار آنکھوں میں

اثر ہے ان میں بھی کچھ دل کی بے قراری کا
کبھی نہ ٹھہرے مرے اشک یار آنکھوں میں

ہمارے شعر بھی دشمن کی آنکھ میں قیصرؔ
کھٹکتے رہتے ہیں ہم رنگِ خار آنکھوں میں

☆

حالِ دلِ حزیں کی جو اُن کو خبر نہیں

حالِ دلِ حزیں کی جو اُن کو خبر نہیں
یاربّ ہماری آہ میں کچھ بھی اثر نہیں

جا کر سنائے کون مرا اُن کو حالِ زار
بادِ صبا نہیں ہے کوئی نامہ بر نہیں

بے تاب آنکھ ملتے ہی دل ہو گیا مرا
اللہ رے مستِ ناز تجھے کچھ خبر نہیں

قاصد کی کیا مجال کبوتر کی جان کیا
اُن کی گلی میں آج صبا کا گزر نہیں

ہم نے جو اُن سے عشق کیا کیا بُرا کیا
ایسا کوئی حسین نہیں سیمبر نہیں

کیونکر نہ بات کرتے ہی گزرے شبِ وصال
وہ تو شبِ فراق ہے جس کی سحر نہیں

کہنے کو یوں تو سینکڑوں عاشق ہیں آپ کے
قیصرؔ غریب سا کوئی شوریدہ سر نہیں

یا خدا کوچۂ دلبر میں ہو جانا میرا

یا خدا کوچۂ دلبر میں ہو جانا میرا
دَم نکل جائے تو ارمان ہو پورا میرا

کر چکے قتل تو اب اِتنی شتابی کیا ہے
دیکھتے جاؤ مری جان تماشا میرا

آتشِ ہجر ہی سے مجھ کو جلایا ظالم
کبھی ٹھنڈا نہ کیا تُو نے کلیجا میرا

چھوڑ کر اب میں ترے دَر کو چلا جاؤں کہاں
ہے یہی خانہ بدوشی میں ٹھکانہ میرا

مجھ کو قیصرؔ نہیں پروا کہ خدا حافظ ہے
ہے اگر دشمنِ جاں آج زمانہ میرا

صد شکر ان دنوں دل مضطر بغل میں ہے

صد شکر ان دنوں دلِ مضطر بغل میں ہے
دل یوں بغل میں ہے کہ وہ دلبر بغل میں ہے

زاہد شراب خانہ میں کس دَھج سے آئے ہیں
بوتل چھپی ہوئی تہِ چادر بغل میں ہے

پڑتے ہیں لاکھوں تیر نظر اور خبر نہیں
یہ دل بغل میں ہے کوئی پتھر بغل میں ہے

کیا جذبِ دل نے اپنا دکھایا اثر کہ آج
نفرت تھی جس کو ہم سے وہ دلبر بغل میں ہے

بے ڈھب ہی بانکپن میں ستم گر تُلا ہوا
تلوار پر تُلے میں تو خنجر بغل میں ہے

پھر بھی چھپے نہ راز تو پھر کوئی کیا کرے
اُلفت ہے دل میں اور دلِ مضطر بغل میں ہے

کیا ہو گیا ہے قیصرؔ گم کردہ راہ کو
آتا ہے اُن کے کوچہ سے بستر بغل میں ہے

اگر غیر نے کچھ سکھایا نہیں ہے

اگر غیر نے کچھ سکھایا نہیں ہے
تو وہ کیوں مرے پاس آتا نہیں ہے

ستم پہلے ہی سے وہ کرتے ہیں مجھ پر
ابھی عشق اُن کو جتایا نہیں ہے

تصور ترا یاد رہتا ہے ہر دَم
کوئی اور دل میں سمایا نہیں ہے

مرا خط دیا نامہ بر نے جو اُن کو
کہا دیکھ کر یہ ہمارا نہیں ہے

مری نبض دیکھی تو بولے مسیحا
مرض وہ ہوا جس کا چارہ نہیں ہے

کہا میں نے جب غیر کے گھر نہ جاؤ
تو بولے کسی کا اِجارہ نہیں ہے

درِ یار تک کس طرح سے میں جاؤں
نقاہت سے جانے کا یارا نہیں ہے

کسی کا بھی قیصرؔ ہمیں اس جہاں میں
خدا کے سوا کچھ سہارا نہیں ہے

تری حسرت بھی ہے پردہ نشیں کیا دل سے نکلے گی

تری حسرت بھی ہے پردہ نشیں کیا دل سے نکلے گی
یہ وہ لیلیٰ نہیں جو پردۂ محمل سے نکلے گی

ترے تیر مژہ کی پھانس کیونکر دل سے نکلے گی
یہ میرے دل کی حسرت ہے بڑی مشکل سے نکلے گی

نکلنا تن سے جانِ زار کا آساں نہیں قاتل
بڑی مشکل سے آئی ہے بڑی مشکل سے نکلے گی

مری تُربت پر آئے ہیں خیالِ غیر دل میں ہے
دعائے مغفرت میرے لئے کس دل سے نکلے گی

پیا ہے خونِ دل برسوں غم فرقت نے اے خنجر
لہو کی بوند اب کیا اس تن بسمل سے نکلے گی

کنارِ غبغب و رُخ زلفیں ہل کر دل سے کہتی ہیں
بھنور میں آئے گی کشتی جو اس ساحل سے نکلے گی

خدا رکھے اسے اک گھر یہی ہے اُن کی حسرت کا
کہاں جائے یہ کس گھر جائے کیونکر دل سے نکلے گی

ترا اُٹھنا قیامت سا تری رفتار محشر زا
غرض نکلے گی جو آفت تری محفل سے نکلے گی

سڑک تارے چھڑکتے ہیں فلک کے طبل سنکتے ہیں
سواری کس قمر کی آج اس منزل سے نکلے گی

یہ رعب حسن ہے جادو ہے کیا ہے سامنے اُن کے
لبِ خاموش سے اک بات بھی مشکل سے نکلے گی

مجھے مرنے کا کیا رونا مجھے رونا تو اِس کا ہے
کہ میرے دل کی حسرت دشمنوں کے دل سے نکلے گی

سہارا ناتواں نے خوب پایا تیرِ مژگاں کا
جو یہ نکلا تو حسرت بھی لپٹ کر دل سے نکلے گی

فروغ حسن خلوت آشنا اک دن بنا دے گا
کسی دن شمع ہو کر رُوسیہ محفل سے نکلے گی

تجلی میں ترا رُخ مہرِ محشر کو دبالے گا
کف پا حسن میں بڑھ کر مہِ کامل سے نکلے گی

نہیں منظور اُن کو دو دلوں میں اک تمنا ہو
جو میرے دل میں آئے گی وہ اُن کے دل سے نکلے گی

جسے کہتے ہیں محشر وہ ترے کوچہ سے اُٹھے گا
قیامت جس کو کہتے ہیں تری محفل سے نکلے گی

خدا سے ظلم کا شکوہ اور اُن کے سامنے اے دل
بہت مشکل ہے منہ سے بات بھی مشکل سے نکلے گی

پتا راہِ حقیقت کا نہیں آسان اے قیصرؔ
یہ حاجت تیری تیرے مرشد کامل سے نکلے گی

☆

ظلم کب تک سہا کرے کوئی

ظلم کب تک سہا کرے کوئی
مر نہ جائے تو کیا کرے کوئی

دل ہی قابو میں جب نہ ہونا صح
آپ ہی کہیے کیا کرے کوئی

ہم نے چاہا تھا حالِ دل نہ کہیں
دل نہ مانے تو کیا کرے کوئی

جب کہا مرتے ہیں تو فرمایا
مرنے والے کا کیا کرے کوئی

اے تری شان دل مرا لے کر
پھر مجھی سے دغا کرے کوئی

جب گلے سے لگایا وہ بولے
آ نہ جائے خدا کرے کوئی

ذرّہ ذرّہ ہے مظہر قیّوم
چشم حق بیں تو وَا کرے کوئی

نہ ہو قدرِ سخن جب اے قیصؔر
شاعری کہیے کیا کرے کوئی

حال دل ان سے کیا کہیں قیصؔر
جو کہیں سن کے کیا کرے کوئی

☆

حیف دل لے کے مرا درپئے آزار ہوا خوب دلدار ہوا

حیف دل لے کے مرا در پئے آزار ہوا خوب دلدار ہوا
کیا یہی مجھ سے ترا قول و قسم یار ہوا کیوں ستم گار ہوا

مثل بسمل میں تڑپتا ہوں پڑا بستر پر کچھ نہیں تجھ کو خبر
تیری فرقت کا یہاں تک مجھے آزار ہوا اُٹھنا دشوار ہوا

پاس غیروں کے ستم گار رہے صبح و مسا نہ ستم ہے نہ جفا
میرے ہی پاس آنے سے بس انکار ہوا کیوں تو بیزار ہوا

کس جگہ بہلے گا اب دل مرا لے جاؤں کہاں ایک آفت میں ہے جاں
میری آنکھوں سے نہاں وہ گل بے خار ہوا سب چمن خار ہوا

ہے حفیظ اپنا خدا اور مرے شاہِ زماں کچھ نہیں خطرۂ جاں
جو زمانہ میں مرا در پئے آزار ہوا آپ ہی خوار ہوا

تُو ہی پہنچا دے صبا کوچۂ جاناں میں ذرا ہو گا احسان ترا
ناتوانی کے سبب ایسا میں ناچار ہوا جانا دشوار ہوا

اپنے بیمار کی اک دن بھی نہ لی تُو نے خبر چارۂ درد جگر
حیف تجھ سے نہ علاجِ دلِ بیمار ہوا ایسا ناچار ہوا

اک دن وہ تھا کہ صورت نہ دکھاتے تھے مجھے اس طرف آتے نہ تھے
اب جو خط چہرۂ تاباں پہ نمودار ہوا آنا سو بار ہوا

میں نے سو بار کیا منع تجھے ماہِ لقا پاس غیروں کے نہ جا
حیف باتوں کا مری پاس نہ زنہار ہوا ایسا مختار ہوا

وہ جوانی تری اعجازؔ وہ صورت نہ رہی مجھ کو حیرت ہے یہی
عشق میں کیا کسی ظالم کے گرفتار ہوا جو یہ آزار ہوا

جسے ہے آپ کی اُلفت وہ کون ہے میں ہوں

جسے ہے آپ کی اُلفت وہ کون ہے میں ہوں
ہے جس سے آپ کو نفرت وہ کون ہے میں ہوں

جو بوسے لے ترے رُخ کے وہ کون ہے دشمن
تکے جو یاس سے صورت وہ کون ہے میں ہوں

وہ اور ہوں گے دیا جن کو عیش تُو نے فلک
ملی ہے جس کو مصیبت وہ کون ہے میں ہوں

ترے وصال کے لوٹے مزے عدو دن رات
سہے جو ہجر کی آفت وہ کون ہے میں ہوں

نصیب جن کے ہیں اچھے وہ کون ہیں اغیار
خراب جس کی ہے قسمت وہ کون ہے میں ہوں

فدا کیے دل و جاں کس نے راہ میں تیری
اسیرِ دامِ محبت وہ کون ہے میں ہوں

نہیں نہیں تمہیں سچے ہو میں تو جھوٹا ہوں
عدو سے جس کو ہے اُلفت وہ کون ہے میں ہوں

تمہیں خبر نہیں قیصرؔ مجھی کو کہتے ہیں
تمہاری جس سے ہے شہرت وہ کون ہے میں ہوں

☆

نہ نکلی کوئی حسرت آہ دل کی

نہ نکلی کوئی حسرت آہ دل کی
رہی دل میں مرے اللہ دل کی

کلیجا تھامے کوئی آ رہا ہے
لے اب تو ٹھہر جا اے آہ دل کی

کیا قبضہ خدا کے گھر میں آ کر
بتوں نے پائی کیونکر راہ دل کی

تمہارا دل تو دل پتھر پگھل جائے
اگر میں دل سے کھینچوں آپ دل کی

میں لاغر اور در جاناں ابھی دور
سہارا دیتی چل اے آہ دل کی

لیے بیٹھے ہو کیوں مٹھی میں دے دو
اگر تم کو نہیں پرواہ دل کی

قیامت ہے ستانا بیکسوں کا
غضب ہے اور ستم گر آہ دل کی

کہا جب میں نے دل لیجے تو بولے
ہٹو مجھ کو نہیں پرواہ دل کی

وہ نالہ ہے جو دل میں چٹکیاں لے
کلیجا نوچ لے وہ آہ دل کی

کہاں جاؤں کدھر ڈھونڈھوں میں قیصرؔ
خبر ملتی نہیں گمراہ دل کی

☆

وہ ہم پر ظلم ڈھائیں جتنی چاہیں سختیاں کر لیں

وہ ہم پر ظلم ڈھائیں جتنی چاہیں سختیاں کر لیں
یہ ناممکن کہ دل ان سی پھرے لاکھ امتحان کر لیں

اگر لاکھوں ستم پر دل کبھی چاہے فغاں کر لیں
تو فوراً حکم آتا ہے کہ بند اپنی زبان کر لیں

خدا کی شان وہ اور حسن کا دعویٰ کریں تجھ سے
ترے منہ کے مقابل منہ تو حورانِ جناں کر لیں

مرے تلووں کے چھالے دَم میں سیراب اُن کو کر دیں گے
یہ خارِ دشت چاہے جس قدر سُوکھی زبان کر لیں

کھلیں گی راز کی باتیں تو شرماؤ گے محشر میں
یہ بہتر ہے یہیں ہم فیصلہ اے مہرباں کر لیں

بہارِ عارضِ رنگیں کے ہوتے کیوں چمن جائیں
وہ گھر بیٹھے ہی آئینہ میں سیر بوستاں کر لیں

مصیبت آشنا مجھ سا ملے گا کون دنیا میں
مجھی پر سختیاں مل کر زمین و آسماں کر لیں

ابھی آئے ہو دَم لے لو ذرا ٹھہرو چلے جانا
دمِ آخر تو جی بھر کر نظارہ نیم جاں کر لیں

ترے تیروں نے ظالم کر لیا گھر خانۂ دل میں
ستم دیکھو پرائے گھر پہ قبضہ میہماں کر لیں

حیا تو کیا کسی سے اُٹھتا جوبن دب نہیں سکتا
وہ کھل کھیلے گا اک دن جس کو چاہیں پاسباں کر لیں

اسی پر آپ کو قیصرؔ مسلمانی کا دعویٰ ہے
کہ ذکرِ حق کبھی کر لیں کبھی یادِ بُتاں کر لیں

☆

نتیجہ کیا ہے ناصح اس قدر باتیں بنانے سے

نتیجہ کیا ہے ناصحُ اس قدر باتیں بنانے سے
لگی دل کی نہیں بجھتی ہے سمجھانے بجُھانے سے

تمنا دل کی نکلی کوچۂ جاناں میں جانے سے
کہ دَم نکلا وہاں مٹی لگی میری ٹھکانے سے

عدو جو تم پہ مرتے تھے جو دَم اُلفت کا بھرتے تھے
وہی اب دَم چراتے ہیں مری جاں سر کٹانے سے

پڑی ہے اُن کو جانے کی مجھے یہ فکر ہے ہر دَم
دل و جاں بھی نہ رخصت کی سنا دیں اُن کے جانے سے

سر مقتل ذرا خنجر تو لے کر ہاتھ میں آؤ
محبت میری دشمن کی کھلے گی آزمانے سے

وہی اب مجھ سے بگڑے بیٹھے ہیں اللہ ری قسمت
بگاڑی جن کی خاطر ہائے میں نے اک زمانے سے

یہاں تو حسرتِ دیدار میں آنکھیں ترستی ہیں
وہاں شرم و حیا مانع ہوئی صورت دکھانے سے

گلی میں اُن کی مثل نقش پا ہم جم کے بیٹھے ہیں
کہیں اُٹھ کر نہ جائیں گے نہ اُٹھیں گے اُٹھانے سے

دلِ مضطر کو ہم نے خود پھنسایا دامِ گیسو میں
کہ راحت جان کو کچھ تو ملے گی اس کے جانے سے

ستم کرتے تو ہو لیکن ذرا اِتنا بتا دیجے
مری جاں کیا ملے گا ہم فقیروں کو ستانے سے

نہ ہو جب دل ہی قابو میں تو پھر کیا کیجیے ناصح
یہ مانا فائدہ کچھ بھی نہیں ہے دل لگانے سے

سوالِ وصل پر قیصرؔ وہ بولے منہ تو بنواؤ
بہت بے باک تم تو ہو گئے ہو منہ لگانے سے

☆

نہ ہوتی جو دل میں محبت کسی کی

نہ ہوتی جو دل میں محبت کسی کی
تو بے چین کرتی نہ فرقت کسی کی

کرے کیا کوئی پھر عیادت کسی کی
نہ دے جب اجازت نزاکت کسی کی

حسینوں سے کہتی ہے طلعت کسی کی
کہ ہے لاکھ میں ایک صورت کسی کی

کہاں تک کرے کوئی منّت کسی کی
بگڑنے ہی کی جب ہو عادت کسی کی

مرا خانۂ دل بھرا رنج و غم سے
یہ دولت ملی ہے بدولت کسی کی

نہ ہو تم جو پہلو میں چین آئے کیونکر
کٹے کس طرح شام فرقت کسی کی

مجھے غیر کی آئی آ جائے یاربّ
کہیں پوری ہو جائے منّت کسی کی

ستم ہو تو مجھ پر جفا ہو تو مجھ پر
غضب ہو عدو پر ہو شفقت کسی کی

مَرے کوئی ترکِ جفا کیوں کریں وہ
نہ بدلی نہ بدلے گی عادت کسی کی

رہو دارِ فانی میں مل جل کے قیصرؔ
غنیمت ہے جو دن ہے صحبت کسی کی

☆

سہرا

کھولنا چاہتا ہے اپنا مقدر سہرا
جلوہ گر کیوں نہ ہو تو نوشاہ کے سر پر سہرا

کہکشاں بن کے دکھاتا ہے تجلی اپنی
اے شہِ حسن ترے چاند سے رُخ پر سہرا

لبِ شادی سے صدا نکلی مبارک باشد
جب ترے سر سے بندھا اے مہِ انور سہرا

فرقِ نوشاہ سے سہرے کو ملی ہے عزت
ناز کیونکر نہ کرے کیوں نہ چڑھے سر سہرا

ناز کی اُس گل رُخسار کی یوں کہتی ہے
چاہیے تارِ نظر کا ترے رُخ پر سہرا

شکلِ بلبل ہے عروسانِ بہاری کی صدا
منہ دکھا اے گل تراب تو اٹھا کر سہرا

حسن خورشید ہے اور تارِ شعاعِ خورشید
یا ہے نوشہ کے چمکتے ہوئے سر پر سہرا

تابِ گوہر میں ترقی ہے ضیائے رُخ سے
واہ کیا جلوے دکھاتا ہے جھلک کر سہرا

دیکھنے نکلے ہیں سہرے کی ضیا ماہ و نجوم
زُہرہ کس دُھوم سے گاتی ہے فلک پر سہرا

آفریں باد کی ہر سُو سے صدا آتی ہے
واہ کیا خوب لکھا آپ نے قیصرؔ سہرا

☆

تضمین بر غزل عالی جناب نواب شبیر علی خان صاحب مرحوم تنہاؔ مرادآبادی

پہلے تو شکل مری جان دکھا کے تم نے — لے لیا دل کو مرے باتوں میں لا کے تم نے
کر کے مجبور مجھے آنکھ چرا کے تم نے — حرف سب مٹا دیے مہر و وفا کے تم نے
کس سے سیکھے ہیں یہ انداز جفا کے تم نے

تیغ ابرو سے جدھر ایک اشارہ کر دو — کہیں بسمل کہیں مقتول ہزاروں کو کرو
سچ تو یہ ہے کہ کماندار بڑے پورے ہو — صاف چھلنی کی طرح چھان دیا ہے دل کو
جس طرف تیر لگائے ہیں ادا کے تم نے

دل میں اب تاب ذرا رنج اُٹھانے کی نہیں — سنکھیا کھائیں تو کیونکر کہ یہ کھانے کی نہیں
ہجر میں جانِ حزیں کیا مری جانے کی نہیں — تم نہ آؤ گے تو کیا موت بھی آنے کی نہیں
راستے روک دیے ہوں گے قضا کے تم نے

اس طرح کا تو اثر زہر میں پایا ہی نہیں — سحر بھی اتنا کسی پر کبھی چلتا ہی نہیں
جس سے جانبر نہ ہو انسان یہ دیکھا ہی نہیں — گیسوؤں نے جسے کاٹا کبھی کھیلا ہی نہیں
ناگ پالے ہیں مری جان بلا کے تم نے

عمر بھر اُس ستم آرا نے کیے جور و جفا — ابھی شکوہ نہ زباں تک مری قیصر آیا
مر گیا میں تو سر قبر وہ رو کر بولا — نہیں تم سا کوئی ثابت قدمی میں تنہاؔ
سکے بٹھلا دیے ہیں نقشِ وفا کے تم نے

☆